اور اکابر شعر و ادب کے تذکرہ میں ضخیم مجلدات سپرد قلم کر دیں۔ ضروری تھا کہ خود ان کا جامع اور مفصل تذکرہ بھی مرتب کیا جاتا اور ظاہر ہے اس کام کے لئے ان کے فرزند رشید مولانا علی میاں جو اپنے ظاہری اور باطنی کمالات و اوصاف کے باعث "الولد سر لابیہ" کا مصداق اتم ہیں اور دوسرا کون موزوں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا نے یہ تذکرہ لکھا اور حق یہ ہے کہ تذکرہ نگاری کا حق ادا کر دیا۔ کتاب دس ابواب پر تقسیم ہے جن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی حالات، ولادت، تعلیم و تربیت، علمی و عملی اور ظاہری و معنوی اوصاف و کمالات۔ تصنیفات و تالیفات۔ مولانا کے اساتذہ و مشائخ اور شرکائے کار۔ اخلاق، عادات و معمولات ان سب چیزوں کو نہایت دلپذیر اور اثر آفریں اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب میں علی گڑھ کا اجمالاً اور چونکہ ندوہ سے تعلق ذمہ دارانہ اور براہ راست تھا اس لئے اس کا تذکرہ مفصلاً بھی آگیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب صرف ایک شخصی تذکرہ نہیں بلکہ اس عہد کے مسلمانوں کی دینی اور تعلیمی سرگرمیوں کی تاریخ بھی ہے۔ اس سلسلہ میں خوشی کی بات ہے کہ سرسید اور مولانا شبلی کے تذکرہ میں فاضل مولف کا قلم محتاط اور متوازن رہا ہے اور انھوں نے کسی کی حق تلفی نہیں ہونے دی ہے۔ آخر کے پچاس صفحات مولانا کے برادر بزرگ ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب کے حالات و سوانح حیات کے لئے وقف ہیں جو بجائے خود بڑے ولولہ انگیز اور بصیرت افروز ہیں۔ غرض کہ پوری کتاب بڑی دل چسپ۔ موثر اور معلومات افزا ہے۔ اس کا مطالعہ ہم خرما و ہم ثواب کا باعث ہوگا۔ البتہ پوری کتاب میں "والد صاحب" یا "اباجان" کہنے کے بجائے "مولانا سید عبد الحئی" لکھنا تبصرہ نگار کے ذوق پر گراں گذرتا ہے۔ کیوں کہ اس سے بیگانہ کی بو آتی ہے اور وہ بے تکلفی باقی نہیں رہتی جو تذکرہ نگار کو صاحب تذکرہ کے ساتھ نہایت ہی قریبی تعلق کی بنا پر حاصل ہے۔ یہ بے تکلفی تبصرہ نگاری اور داستان گوئی کی جان ہوتی ہے۔

فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ہفتم مرتبہ مولانا محمد ظفیر الدین صاحب تقطیع